جعفر بن محمد صادقؑ

از: عادل اریب
مترجم: مولانا شیخ ممتاز علی

امام جعفر صادقؑ کے براہ راست یا بالواسطہ طریقۂ عمل اور انداز تبلیغ کا جائزہ لینے کے لئے پہلے ہمیں اس عہد کے اجتماعی حالات، حاکم وقت کی حقیقت اور مخصوص صورت حال میں امام کے موقف اور آپ کے طریقۂ کار کا جاننا بے حد ضروری ہے۔ اجتماعی حالات، ہنگامے اور مشکلیں آپ کی تحریک کے پہلوؤں کو اجاگر کرتی ہیں۔ آپ کی تاریخ کے واقف کارانہ استنباط سے انتخاب راہ کی حکمت اور مخصوص روش کی معرفت حاصل ہوسکتی ہے۔

صادق آل محمد کے زمانہ میں مسلمانوں کی حالت

آپ کے زمانہ میں امت مسلمہ اسلامی حیات کی فکری اور عقیدتی لہروں میں غوطہ زن تھی، آپ زندگی کے سیاسی، اجتماعی، اخلاقی غرض کہ ہر پہلو پر روشنی ڈالا کرتے تھے۔ افراد امت کے نظری اور عملی افکار کی روش کے علاوہ سماج میں واضح اور کلی روشن خطوط کا حامل عقیدہ موجود تھا۔ اس وقت کے عمومی حالات کی بنا پر لوگ فتنہ وفساد میں غرق تھے۔ فریب ومکّاری اور من گڑھت حدیث وفتویٰ کی بنا پر ایسا ہورہا تھا۔ لوگوں نے اسلامی قوانین میں قیاس اور استحسان جیسے اجنبی تشریعی مصادر داخل کرکے اسلامی شریعت کی خصوصیت اور اس کے اصل چہرہ کو مسخ کررکھا تھا۔

حاکمان وقت کی شرانگیز حرکتوں نے غالیوں اور صوفیوں کو دلبر بنادیا تھا۔...نتیجہ یہ ہوا کہ عجیب وغریب باتوں کا ظہور ہوا۔ فساد کی بنیادی چیزیں ظہور پذیر ہوئیں اور مسلمانوں کے عمومی حالات کو پنپنے کا موقع فراہم ہوگیا۔ امامؑ کے زمانہ میں یہی چیزیں ہر طرف پھیلتی چلی گئیں اور اسلامی شریعت وعقیدہ کے سر پر عظیم خطرہ کا سایہ منڈلانے لگا۔ اس کے علاوہ خود مسلمانوں کے درمیان ایسی شدید مذہبی اور سیاسی کشمکش پیدا ہوئی کہ لوگ اسلام کی حقیقت جاننے سمجھنے اور اس بحران سے محفوظ رہنے سے قاصر ہوگئے۔

مسلم امّت انحراف کی جن امواج وتناقضات کے درمیان زندگی گذار رہی تھی وہ اسلام کے

لئے خطرناک تھی۔ ایسے حالات سے صادق آل محمدؐ کا بھی مجبوراً سابقہ ہوا۔

دو طرح کے انحرافات سے امامؑ کا مقابلہ تھا ایک تو سیاسی انحراف ہے جو حقیقت مکتب سے امّت کی ناواقفیت کی بنا پر بڑا خطرناک انحراف ہے۔

یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ امامؑ نے کس طرح کا لائحہ عمل معین کیا اور ویسے پیچیدہ حالات میں آپ نے بیمار معاشرہ کا کس طرح علاج کیا؟ حالانکہ حاکمان وقت کا پہرہ بہت سخت تھا اور آپ کے ایک ایک عمل پر گہری نظر رکھی جارہی تھی۔

لائحہ عمل

فکری اور عملی اعتبار سے امّت کے حالات سمجھنے اور سیاسی حالات کا جائزہ لینے اور سیاسی مبارزہ کا آغاز کرنے کے لئے امکانات کا مطالعہ کرنے کے بعد امامؑ نے حکومت اسلامی کے قیام کی خاطر فوری مسلحانہ قیام کے لئے اس وقت کے حالات کو کافی نہیں سمجھا کیوں کہ صرف مسلح فوجی حملہ سے حکومت کا قیام اور مسلمانوں کے درمیان اس کا نفوذ ممکن نہ تھا بلکہ اس سے پہلے عقیدہ سے مسلح، امام علیہ السلام اور ان کی عصمت پر مطلق ایمان رکھنے والے، اس کے عظیم مقاصد کا ادراک رکھنے والے سپاہیوں کی ضرورت تھی جو حکومت کے قیام کی زمین فراہم کرنے کی صلاحیت رکھنے کے ساتھ ساتھ امّت کے لئے حاصل ہونے والی کامیابی کا تحفظ بھی کرنا جانتے ہوں۔[۱]

اپنے ایک صحابی کے ساتھ امام جعفر صادق علیہ السلام کا مندرجہ ذیل مکالمہ اس حقیقت کو آشکار کرتا ہے۔

سدیر صیرفی فرماتے ہیں کہ میں نے امامؑ کی خدمت میں پہونچ کر کہا کہ ''آپ کیوں خاموش بیٹھ گئے؟''

امامؑ نے پوچھا ''آخر بات کیا ہے''

سدیر نے کہا '' میں آپ کے دوستوں ، شیعوں اور مددگاروں کی کثرت کی بات کررہا ہوں۔''

امامؑ نے فرمایا'' ایسے کتنے افراد ہیں؟''

سدیر نے کہا'' ایک لاکھ''

امامؑ نے فرمایا ’’ ایک لاکھ؟ ‘‘

سدیر نے کہا ’’ شاید دولاکھ‘‘

امامؑ نے تعجب سے پوچھا ’’ دو لاکھ؟ ! ‘‘

سدیر نے کہا شاید آدھی دنیا‘‘

سدیر، یوں ہی بات کرتے ہوئے ’’ینبع‘‘ تک نکل آے وہاں بکریوں کا ایک گلہ تھا امامؑ نے اسے دیکھ کر فرمایا اے سدیر! اگر سارے شیعوں کی تعداد اس گلہ کے برابر بھی ہوتی تو میں اپنی جگہ خاموش نہ بیٹھتا[۲]

اس حدیث سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جب تک بامعرفت عوامی مرکز کی پشت پناہی حاصل نہ ہو امامؑ کی نظر میں اس وقت تک صرف حکومت ہاتھ میں لے لینا کافی نہیں ہے۔ ایسے حالات میں اسلامی اصلاح اور تبدیلی ممکن ہی نہیں ہے۔ اس کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ عوامی مرکز اس حکومت کے مقاصد سے بھی آگاہ ہو اور اس کے نظریات پر اس کا ایمان بھی ہو۔ پشت پناہی کے ساتھ ساتھ وہ مرکز عوام کے درمیان اس حکومت کے موقف کی تفسیر بھی بیان کرے۔ آنے والے حوادث کا جواں مردی سے مقابلہ بھی کرے۔ ایسے حالات میں بہت جلد ایک ایسا لائحہ عمل مرتب کرنا ضروری تھا جس کے دو مقاصد ہوں۔

۱۔ عوامی مرکز کے قیام کی بنیاد رکھنے، اس پر تسلّط قائم رکھنے اور ایسی روش کی تنظیم کی غرض سے عمل کرنے کی ضرورت تھی کہ انحراف کے موقع پر ایک ایسا تربیت یافتہ گروہ سامنے آجائے جو اپنے مخصوص انداز میں اپنا عمل شروع کردے۔ اس بنا پر مخصوص روش کے ساتھ عوامی مضبوط اور متین امامؑ کے لئے وہ مرکز ہو جو عالمی انقلاب بر پا کرنے اور حکومت اپنے ہاتھ میں لینے کی صلاحیت رکھتا ہو۔

۲۔ امّت اسلامی کے وجدان اور ارادہ کو متحرک کرنے، ضمیر اور ارادۂ اسلامی کے ایسے تحفظ کی غرض سے عمل کرنے کی ضرورت تھی تا کہ منحرف حاکمان وقت کے بالمقابل، امّت اسلامی اپنی حیثیت اور کرامت کو محفوظ رکھنے میں کامیاب ہو۔

امامؑ نے منحرف حکام کے مدّ مقابل براہ راست مسلحانہ قیام سے دوری اختیار کی۔ یہ عمل سیاسی اعتبار سے اختلافی عمل ہے جو حالات کے تقاضہ اور ماحول میں تبدیلی لانے کی صورت کے عمیق ادراک کا نتیجہ ہے[۳]

امامؑ کی باتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ اگر مددگاروں پر بھروسہ کر کے مسلحانہ عمل اسلام کے مقاصد پورا کرسکتا تو امامؑ ضرور مسلحانہ قیام فرماتے لیکن اس زمانہ کے حالات اس طرح کا خیال بھی دل میں لانے کی اجازت نہیں دیتے تھے۔ کیوں کہ حاکم وقت کی سیاست سے براہ راست ٹکرا جانے میں اگر شکست نہ بھی ہوتی تو یہ ٹکراؤ نتیجہ خیز نہیں ہوتا۔

دوسرے الفاظ میں یوں کہا جائے کہ اگر ان حالات میں شکست کا سامنا نہیں ہوتا تو قیام کا مثبت نتیجہ بھی مسلّم نہیں تھا۔ اس بنا پر امامؑ نے اپنے صحابی کی بات قبول نہیں کی حکومت کو فوجی طاقت سے سرنگوں کرنا اپنا مقصد قرار نہیں دیا اس لئے فوجی حملہ کے مشورہ کی آپ نے مخالفت کی۔ ہم اس موضوع پر ذرا تفصیل سے گفتگو کریں گے۔

بہر حال امام جعفر صادقؑ کا مقصد یہ تھا کہ سیاسی ٹکراؤ نہ ہو، تاکہ امت کے اندر واقف کار اسلامی مرکز کی بنیاد رکھی جاسکے اور اس طرح آپ کے افکار کو عام کرنے کے لئے مقدمات فراہم ہوں۔ لوگوں کے افکار کا رخ اس طرح موڑ دیں اور زمین پر حکم الٰہی قائم کرنے کے لئے پہل کرنے والے باایمان افراد پیدا ہوں یا کم سے کم امّت کے درمیان جو نظریاتی بنیادیں تھیں وہ محفوظ رہ جائیں اور وہ لوگوں کو قناعت وایمان کے ساتھ آگے بڑھانے کی کوشش کریں یا دوسرے الفاظ میں یوں کہا جائے کہ امامؑ اپنا ایک عوامی مرکز بنانا چاہتے تھے تاکہ لوگ سمجھ بوجھ کر پوری واقفیت کے ساتھ عمل کریں اور وہ مرکز ان کی خوشنودی اور رضا کے ساتھ روئے زمین پر حکومت الٰہی قائم کرے اور امامؑ کا بتایا ہوا راستہ طے کرے تاکہ ''اللہ'' کی حکومت قائم ہو یا کم سے کم نظری عقائد اور اس کی شعاعیں امّت میں محفوظ ہوں اپنی کوششوں کا نتیجہ مشاہدہ کرنا امام کے نزدیک اہمیت کا حامل نہ تھا۔

امام صادقؑ کے بزرگوں نے بیشک اس بات کا مژدہ سنایا تھا کہ انشاء اللہ ایک دن ان کی حکومت ظاہر ہوکر رہے گی لیکن یہ اس صورت میں ہوگا جب نظریہ اسلام کے اصول محفوظ ہوں گے۔ امامؑ کے زمانہ کا معاشرہ اسلامی معاشرہ سازی میں اپنے طریقۂ عمل میں دو طرح کی بنیادی دشواریوں کا سامنا کررہا تھا۔ امامؑ کے لئے ان دونوں اہم دشواریوں کو دو موقف سمجھنا ضروری تھا۔

۱۔ فاسد حقیقت اور بے قید وبند اجتماعی اخلاقی حالات ایسی دشواری تھے جو اسلامی حقیقت اور تشریعات کو پنپنے نہیں دیتے تھے چنانچہ زندیقوں کی تحریک جیسی چیزیں تیزی سے ویرانی کے مقدمات فراہم کررہی تھیں۔ مانوی، مزدکی، خرمی اور زردشتی کفر آمیز دعوتی مشن بڑی تیزی سے اپنا کام

انجام دے رہے تھے۔۵

۲۔ دوسری دشواری یہ تھی کہ حکومت کی طرف سے امام علیہ السلام کی بڑی سخت نگرانی ہورہی تھی۔ آپ کے اصحاب، پیروکار، وابستگان اور طرفداروں پر بھی بڑی کڑی نظر تھی اورانہیں طرح طرح کی اذیتیں دی جاتی تھیں۔

ابو الفرج اصفہانی ۶ نے ان پر ڈھائے جانیوالے مصائب کے تذکرے پر مشتمل ایک مخصوص کتاب لکھی ہے جس میں ائمہ کے اصحاب کو متفرق کرنے اور ان کی فعالیت کو ختم کردینے کی کوشش کا تذکرہ انہوں نے بڑی تفصیل سے کیا ہے۔

ان کی اس کوشش کا نتیجہ یہ ہوا کہ اگر شیعوں کے درمیان مختلف افکار ظاہر ہوئے، طرح طرح کی گفتگو چھڑگئی اور امام جعفر صادقؑ کے لئے ان کے صفوف اور مختلف مذہبی عقائد کو متحد کرنے کی گنجائش نہیں رہ گئی تو اس کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ ان سے رابطہ مشکل تھا حکومت کی زمین شیعوں کے لئے بری سخت ہوچکی تھی ان پر طرح طرح کے مظالم ڈھائے جارہے تھے ۷

تحریک کی کامیابی کے عناصر

امامؑ کی عملی روش بیان کرنے سے پہلے آیئے ہم تحریک کی کامیابی کے اسباب اور اس زمانہ کے حالات کو پہچانیں۔ لائحہ عمل اور آخری مقصد کے اعتبار سے امامؑ کی تحریک دو حقیقت پر مبنی تھی۔

۱۔ عوامی مرکز کا قیام داخلی بنیاد کا تمرکز اور مخصوص رابطہ کی حدود میں ان کی اور ان کے پیروکاروں کی اس طرح دیکھ بھال کہ مرکز سے ان کی وابستگی برقرار رہے۔ اور صفوف امّت میں اس کا سلسلہ جاری رہے اور امامؑ کے عظیم مقصد کے لئے آپ کا ظاہری عمل امّت کے افکار میں موثر ثابت ہو۔۸

۲۔ تحریک پر امّت کا اطمینان اور اعتماد حاصل کرنا کیوں کہ کوئی بھی دعوت جب تک وہ عوام کی ضرورتوں اور خواہشوں کی طرف دار اور ان کی آرزوؤں اور تمناؤں کی آئینہ دار نہ ہو" کامیاب نہیں ہوسکتی۔

اگر دعوت، ملّت کی آرزوؤں اور امیدوں کی تعبیر نہیں پیش کرسکتی تو وہ شکست کا سامنا کرتی ہے۔

دوسری طرف یہ بھی ہے کہ کوئی بھی دعوت اس وقت تک کامیاب نہیں ہوسکتی جب تک

اسے عوامی پشت پناہی نہ حاصل ہوجائے اور یہ نہ معلوم ہوجائے کہ لوگ اسے کامیاب بنانے کی کوشش میں لگ چکے ہیں۔

اسی وجہ سے ہمیں بنی عباس کی دعوت وتحریک کامیابی سے ہمکنار ہوتی نظر آتی ہے کیوں کہ انہوں نے ''الرّضامن اھل البیتؑ '' اہل بیت کی خوشنودی کے نعرہ سے بہت زیادہ فائدہ اٹھایا۔9

لہٰذا امامؑ کی فعالیت کی حمایت میں اضافہ اور غیر اصیل امور وحکومت کے حق میں کام آنے والے احتمالات اور کوششوں سے امامؑ کی تحریک کو دور رکھنے میں عوامی مرکز کا قیام اور امّت کا اطمینان یہ دوشرطیں بنیادی حیثیت کی حامل ہیں۔

ان دونوں حقیقتوں کی بناپر امام علیہ السلام نے اپنی فعالیت کو دوشکلوں میں جاری رکھنے کا اقدام فرمایا۔

اوّل: تحریک کی فعالیتیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ امت کی خارجی طاقتوں سے رابطے قائم کرنا۔ اور یہ چیز دومراحل میں قابل عمل تھی۔

الف: اہل بیتؑ کے لائحہ عمل کی طرف امّت کے عواطف کوموڑنا۔

ب: اس سلسلے میں ایسی کوشش کہ ملّت کومعنوی توانائی حاصل ہواور وہ علم وآگہی میں اس سطح تک پہونچ جائے جہاں تک اسلام لے جانا چاہتاہے۔

دوم: ایسے بنیادی کام انجام دینا جومختلف قسم کے عوامی مراکز اور ان کی مسؤلیت کو شامل ہوں اور وہ مراکز، نظارت عمل منظّم اور قانون کے اجراء میں امامؑ سے رابطہ رکھتے ہوں ''جن افراد پر امامؑ کی نگرانی تھی ان کے لئے اپنی روش کی تعلیم کے باب میں امامؑ سے مروی کچھ نصوص اس بنا پر عملی صورت وشکل میں دکھائی دینے لگے۔ شیعوں کے حالات ان کی اجتماعی حیثیت کو محدود کردینے والی مشکلات کے اعتبار سے مذکورہ روش مختلف تھے۔''

اس بنا پر امامؑ کے تحریکی اور بنیادی امور یا عوامی مراکز کے داخلی ارتباطی کاموں کو جدا نہیں کیا جاسکتا۔

امامؑ صادق کا اصلاحی طریقہ

تبدیلی لانے والے اصلاحی کاموں کو امامؑ نے دوطریقوں سے براہ راست انجام دیا۔

۱۔ امکانات کے بقدر امّت میں ربط وہم آہنگی کے لئے کوشش: اس سلسلے میں آپ کی فعالیت بہت کھل کر سامنے آئی۔ بنی امیہ کی حکومت کے زوال کے بعد طاقت منتقل ہوچکی تھی اس طرح فرمان رواؤں کے حملات، غم وغصہ اور نگرانی سے آپ کو تھوڑی راحت ملی، نیز مسلمانوں نے اجتماعی اور انفرادی مشکلات کے حل کے لئے جب فقہا اور علماء کی طرف قانون اسلامی جاننے کے لئے رجوع کیا تو اس وقت امام علیہ السلام کو حکومت کے دباؤ سے نجات ملی۔ اس کے علاوہ کچھ دوسرے عوامل تھے جن سے آپ کو سہارا ملا یہاں تک کہ آپ اپنے کاموں کو ظاہری طور پر انجام دینے لگے۔ ظاہری فعالیت کو سیاست کے پردے میں چھپانے کی ضرورت نہیں پڑی بلکہ آپ نے اسی علمی انداز میں اپنی فعالیت کا آغاز فرمایا۔ اس فکری تحریک کی بنا پر امت میں بڑے بڑے فقہا اور عظیم مفکرین پیدا ہونے لگے اور آپ اپنے بعد مسلمانوں کے درمیان ثقافتی دولت کا ایک بہت بڑا ذخیرہ چھوڑ گئے۔

ہشام بن حکم، مومن طاق، محمد بن مسلم، زرا بن اعین وغیرہ آپ کے نامی گرامی شاگرد ہیں۔ آپ کی علمی تحریک تمام اسلامی ممالک میں پھیلتی چلی گئی ۱۰ لوگ آپ کے علوم بیان کرتے تھے اور اس طرح تمام شہروں میں آپ کو شہرت حاصل ہوگئی۔ ۱۱ جاحظ کا بیان ہے کہ امام جعفر صادقؑ نے روئے زمین پر دانش وحکمت کے چشمے جاری کئے۔ لوگوں کے لئے علم کے اتنے دروازے کھولے جو تصور سے بالاتر تھے۔ آپ کے علوم سے دنیا سرشار ہوگئی ۱۲

امامؑ کی اعلانیہ علمی وفکری فعالیت، عقیدہ ونظام کے سلسلہ میں امت کی جہالت کو دور کرنے کا سبب بنی۔ امواج کفروشبہات سے آپ کا براہ راست مقابلہ، انحراف سے پیدا ہونے والی مشکلوں کا حل بن گیا۔

باطل کی بیخ کنی

اسلام کی روح کو ختم کرنے کے لئے سیاسی طور پر عقائد ونظریات کے لئے شک وشبہ پیدا کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔ امامؑ نے اسے ختم کرنے کے لئے سخت مقابلہ کیا۔ اور اس کی بیخ کنی کے لئے مندرجہ ذیل اقدام بھی کئے۔

غلط سیاسی حالات نے جو بعض ناشناختہ مذاہب، قوم اور قبیلہ کی کشمکش کی پیداوار تھے

اجتماعی حالات کو غیر معمولی طور پر متاثر کررکھا تھا۔امامؑ نے اس کا مقابلہ کیا دوسری طرف یونانی فارسی اور ہندوستانی زبانوں کی کتابوں کے ترجمہ کے بعد کچھ غالی، زندیق، حدیثیں گڑھنے والے اور اہل رائے متصوفہ جیسے خطرناک گروہ پیدا ہوگئے تھے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے ان کا علمی مقابلہ کیا اور بحث ومباحثہ کے بعد ملت اسلام کے سامنے ان کے افکار کے خطوط کو واضح کردیا۱۳؎

بنیادی طریقہ

اسلامی فکر عمیق مبادی اور احکام کے میدان میں علمی اور فکری اعتبار سے آپ کی کوششیں کچھ اس طرح تھیں۔

آپ نے عقیدتی مفاہیم،احکام شریعت اور علمی معلومات کو عام کیا۔مسلمانوں میں علم کی دولت تقسیم کرنے کے لئے عظیم دانشمندوں اور علماء کا ایک گروہ تیار کیا۔

اپنے زمانے میں آپ نے عظیم علمی درسگاہ قائم کی۔ اس غرض سے آپ مہبط وحی، دارہجرت، یثرب کا انتخاب فرمایا اور مسجد نبوی میں درس وتدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ تمام علوم وفنون کی تعلیم وتدریس کا وہاں انتظام ہوا۔ ۱۴؎ آپ کے درس میں شریک ہونے والے اسلامی مذاہب کے ائمہ ہیں مثلاً امام مالک ابن انس ،سفیان ثوری، ابن عینیہ ، ابوحنیفہ ، محمد بن حسن شیبانی، یحییٰ بن سعید کچھ شاگرد مشہور عالم محدث اور فقیہ گذرے ہیں مثلاً ایوب سجستانی ، شعبہ بن حجاج، عبد الملک بن جریح وغیرہ۔ ۱۵؎ آپ کے شاگردوں کی تعداد چار ہزار سے زیادہ ہے۔۱۶؎

آپ نے فلسفہ ،علم کلام ، ریاضیات اور علم کیمیا میں علوم کے باب وا کئے۔مفضل بن عمرو، مومن طاق، ہشام بن حکم۔ ہشام بن سالم فلسفہ وعلم کلام میں ماہر تھے۔ جابر بن حیان ریاضیات اور علم کیمیا میں ، زرارہ ،محمد بن مسلم ،جمیل بن دراج ،حمران بن اعین ، ابو بصیر، عبد اللہ بن سنان، فقہ و اصول فقہ اور تفسیر میں مہارت رکھتے تھے۱۷؎

اجتہاد واستنباط سے آشنا کرنے کے لئے آپ نے اصول وفقہ کے قواعد وضع کئے۔ اصول میں برأت ، تخیر اور استصحاب اور فقہی اصطلاح میں قاعدۂ فراغ، تجاوز، ید اور ضمان وضع فرمایا ۱۸؎ اس سلسلہ میں آپ کے تین مقاصد تھے۔

الف: اسلامی شریعت کے لئے مستحکم قاعدہ بنانا اور اسلامی عقیدہ کے لئے طاقت ورمرکز کا

قیام عمل میں لانا آپ کا ایک مقصد تھا۔ اس طرح اسلام کو خطرات کی موجوں سے محفوظ رکھنے کا آپ نے انتظام فرمادیا۔

ب: دوسرا مقصد خطا اور جعلی احادیث کے مفہوم کی اصلاح تھا۔

ج: تیسرا مقصد یہ تھا کہ علمی اور فقہی اعتبار سے لوگ آپ کی مرجعیت اور مرکزیت کو واضح طور پر سمجھ لیں اور یہ آپ کی امامت کا فریضہ بھی تھا۔

امام ابوحنیفہ نے کہا کہ میں نے جعفر بن محمدؑ سے بڑا فقیہ نہیں دیکھا۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب خلیفہ منصور نے مجھ سے پوچھا کہ ''اے ابوحنیفہ! لوگ جعفرؑ بن محمد کے بڑے شیدائی ہیں آپ کچھ مسائل تیار کیجئے اور ان سے دریافت فرمایئے۔'' میں نے چالیس مسائل تیار کئے۔ منصور نے مجھے بلانے کے لئے ایک شخص کو بھیجا۔ جب میں منصور کے پاس پہونچا تو جعفرؑ بن محمد اس کی داہنی جانب تشریف فرما تھے۔ جب میں نے ان پر نظر ڈالی تو مجھ پر اتنی ہیبت طاری ہوئی کہ منصور کی بھی کبھی ایسی ہیبت مجھ پر طاری نہیں ہوئی تھی۔ میں نے سلام کیا اس نے بیٹھنے کا اشارہ کیا اور کہا اے ابوحنیفہ اپنے مسائل ابوعبد اللہؑ کی خدمت میں پیش کیجئے۔ میں نے ان کے سامنے مسائل رکھے۔ انہوں نے جواب دینے کے بعد فرمایا آپ اس طرح کہتے ہیں کہ، اہل مدینہ یوں کہتے ہیں اور ہم ایسے کہتے ہیں۔ کچھ ہماری پیروی کرتے ہیں کچھ ان کی پیروی کرتے ہیں اور کچھ ہماری مخالفت کرتے ہیں۔ بہرحال میں نے آپ کے سامنے چالیس مسائل رکھے لیکن کوئی ایسا مسئلہ نہیں تھا جس کا جواب آپ نے نہ دیا ہو۔ اس کے بعد ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ سب سے زیادہ واقف کار وہ ہے جو لوگوں کے اختلاف کا زیادہ علم رکھتا ہو۔[19]

یہ بات بڑی واضح ہے کہ اگر معارف کی سطح پر جیسا کہ میں نے بیان کیا امامؑ کی علمی فعالیت اس حد تک نہ ہوتی تو وہ آپ کی امامت کا کبھی اعتراف نہ کرتے۔[20]

امام جعفر صادقؑ نے دعوت اسلامی کو مضبوط بنانے کی خاطر علمی مرکز بنائے اور ان کے باطل خیالات کی بیخ کنی کے لئے زمین ہموار کرلی اور مقابلہ آرائی کا ایسا امکان پیدا کردیا کہ عمل سے سارے مراحل طے ہوجائیں اگر چہ کہیں کہیں اس کی روش اور شکل میں تبدیلی موجود ہے۔

آپ کے زیر نگیں ماحول کی تبدیلی آپ سے رابطہ رکھنے والے افراد کی رعایت اور ان کی فعالیت کی تنظیم آپ کے بنیادی کام تھے لیکن یہ سب کام پوشیدہ طور پر انجام پا رہے تھے۔ اصطلاح

میں جسے ''تقیّہ'' کہا جاتا ہے۔

اجتماعی حالات محسوس کر لینے اور تقیہ کی اجازت کے بعد امام علیہ السلام دشمن کے مدّ مقابل دعوتی مرحلہ کے کمال کے اسباب تک اپنی تحریک کی پشت پناہی اور مدد کرنا چاہتے تھے یعنی پوشیدہ طور پر کام جاری رکھنا آپ کا مقصد تھا۔ پہلے مرحلہ میں متعلق شیعوں کی پشت پناہی اور ان کی معلومات میں اضافہ کا مسئلہ تھا لہٰذا ہر طرح سے انہیں اسلامی ضرورت کے مطابق اعلیٰ سطح تک پہونچانے میں آپ کی مدد ملتی رہی۔۲۱ امامؑ کی بنیادی فعالیت اور اس کا طریقہ کار کچھ اس طرح ہے۔

غیر مستقیم طور پر شیعوں کی دیکھ بھال یعنی امامؑ کے دوستوں اور حامیوں کی نگرانی ان کے لئے رشد و آگہی کے لائحہ عمل مرتب کرنا، ان کی حمایت کرنا اور اسلامی ضرورتوں کی حدتک ان کی ترقی کے مواقع فراہم کرنا تاکہ آگے بڑھنے والے افکار کے حامل افراد اور عقیدے کے میدان کے سپاہی تیار ہوں۔ ان کے طریقۂ کار کے انتظامات کی نگرانی ہوتی رہے تاکہ ان کے ذاتی اختلافات کا حل نکل آئے۔ ثروت اندوزی کی لت ختم ہو۔ چنانچہ معلّیٰ بن خنیس اس سلسلے میں فرماتے ہیں۔

امامؑ اپنے مخصوص شیعوں کے درمیان خدا کے احکام بیان فرماتے تھے۔ ان سے مال لے کر مختلف کاموں میں خرچ کرتے تھے۔ منصور نے اس سلسلے میں آپ سے بار بار مواخذہ کیا۔ ۲۲

امامؑ نے اپنے چاہنے والوں کو باطل حکام کی پناہ حاصل کرنے اور ان سے لین دین کرنے سے ہمیشہ منع فرمایا۔ حضرت اس سلسلے میں فرماتے ہیں۔

''اگر کوئی مومن ظالم حاکم یا قاضی کے سامنے اپنی شکایت پیش کرے اور خدا کے حکم کے بغیر اس کی دادرسی ہو تو وہ بھی اس گناہ میں شریک ہے۔''

آپ فرماتے ہیں:

جب کسی کے بھائی اور اس کے درمیان اختلاف ہوجائے اور وہ اپنے کسی بھائی کو فیصلہ کرنے کے لئے بلائے اور وہ فیصلہ کرنے نہ جائے تو قرآن ایسے شخص سے کہتا ہے۔

الم تر الی الذین یزعمون انّھم آمنوا بما انزل الیک وما انزل من قبلک یریدون ان یّتحاکموا الی الطّاغوت وقد امروا ان یّکفروا بہ۔ ۲۳

آپ ان لوگوں کو نہیں دیکھتے جو سمجھتے ہیں کہ آپ پر جو نازل ہوا ہے اور آپ سے پہلے جو

نازل ہوا تھا اس پر ایمان لائے ہیں وہ فیصلہ کے لئے اپنے معاملات طاغوت کے پاس لے جاتے۔ ان کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ اس سے باز رہیں۔

امامؑ نے اپنے پیروکاروں کو یہ حکم دیا تھا کہ وہ باطل اور منحرف حکومت سے اپنا رابطہ توڑ لیں اس سلسلے میں فرماتے ہیں: ''مسجد بنانے میں ان کی مدد نہ کرو۔'' ۲۴

منفی اور سلبی فرامین میں قواعد کی توضیح کرتے ہوئے فرمایا:

''فیصلہ کرنے سے پرہیز کرو کیوں کہ فیصلہ کرنا اس امامؑ کا فریضہ ہے جو قضیہ سے واقف ہوتا ہے۔ مسلمانوں کے درمیان نبیؐ اور وصی کی طرح عادلانہ فیصلہ کرنا ہے۔''

اسی وجہ سے امامؑ نے اس بات کی تاکید کی کہ حکومت کرنے کا حق انہیں کو ہے اور حالات کے بارے میں اپنے نظریات کو مستحکم طور پر ثابت کیا اور موجودہ حالات میں گم ہوجانے یا دوسروں سے متاثر ہوجانے سے اپنے اصحاب کو بچالیا۔ آپ نے ایسا طریقہ اپنایا کہ موجودہ حالات کے مقابلہ کے لئے اپنے چاہنے والوں کو آمادہ کرلیا۔ شیعوں کی بنیاد مستحکم کرنے اور باطل حکومت کی بیخ کنی میں یہ طریقہ بڑا مفید ثابت ہوا۔ شیعوں کے حالات اور مراکز کی نگہبانی آپ نے خود کی اور اس طرح شیعوں کے درمیان قاضی معین فرمایا تاکہ وہ اختلافات میں انہیں کی طرف رجوع کریں اور ظالم حکام کی اطاعت نہ کریں۔

امامؑ نے فرمایا کہ:

''تم اپنے درمیان ایسے شخص کی تلاش کرو جو ہمارے قانون کا جاننے والا ہے اسے قاضی کی جگہ بٹھاؤ کیوں کہ میں اسے یہ عہد سونپتا ہوں اور تم اپنے فیصلے ان سے کرایا کرو''۔ ۲۵

امامؑ اپنے اصحاب اور مراکز کو مخفیانہ (تقیہ) عمل کرنے کا حکم دیا اور سمجھایا، کہ ہر کام دشمنوں اور مخالفین کی نظر سے بچ کر کیا کرو۔ آپ کہتے تھے تم ہمارے خاموش مبلّغ بن جاؤ۔

عبد اللہ بن جندب سے فرمایا:

''خدا اس قوم پر رحمت نازل فرماتا ہے جو چراغ اور روشنی کا منبع ہیں تم اپنے اعمال کے ذریعہ ہماری طرف دعوت دینے والے بن جاؤ اور مکمل سعی وکوشش کرتے رہو۔ ان لوگوں جیسے نہ بنو جو ہمارے راز فاش کردیتے ہیں۔''

معلّیٰ بن خنیس سے فرمایا: ''اے معلّیٰ ہمارے امور کو پوشیدہ رکھو انہیں ہرگز آشکار نہ کرنا: ۲۶

''تحف العقول'' میں لکھا ہے کہ امامؑ نے محمد بن نعمان احول سے کہا کہ'' کام چھپا کر کرو اور تقیّہ کا التزام رکھو''۔ اگر کسی صحابی سے راز پنہاں نہیں رہ سکتا اور آپ چاہتے تھے کہ وہ راز فاش نہ ہونے پائے تو اس سے وہ بات چھپالیتے تھے۔ امامؑ کی کوششیں بہت جلد کامیاب ہونے والی تھیں۔

امامؑ کا قول یہ ہے کہ'' جو شخص ہمارے راز فاش کرے وہ ہم سے جنگ کرنے والا ہے خدا اس بندہ پر رحمتیں نازل کرے جو ہمارے مکنون علم کو جانتا ہے اور اسے چھپا کر رکھتا ہے۔ اے نعمان اگر میں کسی سے کچھ کہوں اور وہ اسے نقل کردے تو اس نے میری لعنت خرید لی اور میں بھی اس سے بری ہوں۔ میرے والد نے فرمایا کہ'' تقیّہ سے زیادہ برداشت کی کیا چیز ہے تقیّہ مومن کا سپر ہے اگر تقیّہ نہ ہوتا تو خدا کی پرستش نہ ہوتی۔''

''اے نعمان جو ہمارا راز فاش کردے وہ ہمیں اپنی تلوار سے قتل کرنے والا ہے بلکہ اس کا گناہ اس سے بڑا ہے۔''

''اے نعمان جلدی نہ کرو... خدا کی قسم یہ بات تین بار پیش آئی لوگوں نے اسے منتشر کردیا اور خدا نے اس میں تاخیر کی۔ خدا کی قسم رازوں کے معاملے میں تمہارے دشمن تم سے زیادہ ہوشیار ہیں''۔

''اے ابن نعمان کوئی بھی بندہ اس وقت تک مومن نہیں سمجھا جائے گا جب تک تین سنتوں کی رعایت نہ کرے، سنت خدا، سنت رسولؐ اور سنت امامؑ لیکن ہمارے اسرار کو پوشیدہ رکھنا سنت خدا ہے''۔ ۲۷

تمام اہلبیتؑ کی طرف سے یہ عمل جاری رہا اور حکومت وقت اس سے واقف تھی مگر اس کے حدود و کیفیات سے بے خبر رہی۔

انہیں چیزوں کے سبب امام علیہ السلام اور ان کے آباء واجداد نے سختیاں برداشت کیں، ان کی نگرانی ہوتی رہی، اگر آپ اپنی دانائی حکمت اور حسن رفتار سے منصور کے چنگل سے آزاد نہ ہوتے تو متعدد بار آپ کو اس کی طرف سے سخت تکلیف کا سامنا کرنا پڑتا۔ ۲۸

انقلابی تحریکوں کی آپ تائید فرماتے تھے تاکہ امّت اسلام کے وجدان، خیر کے حوصلہ اور نیکی کے ارادوں کو سہارا ملتا رہے، اور راہ راست سے بھٹکے ہوئے حکام سے ملّت اپنی حیات اور عزائم کے استحکام کو محفوظ رکھنے میں کامیاب رہے۔

اس کام کی ذمہ داری علوی انقلابیوں نے اپنے ذمّہ لے لی اور انہوں نے بظاہر لاحاصل

اور یاس انگیز جانثاری کے ذریعہ ضمیر اور وجدان اسلامی کو بچالیا۔ اس طرح انہوں نے ائمہ کے وفاداروں کی پشت پناہی کی۔

ایک روایت میں بیان کیا گیا ہے کہ امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں آل محمدؐ میں سے کسی شخص کے قیام کا تذکرہ آیا تو آپ نے فرمایا کہ ہم اور ہمارے شیعہ آل محمدؐ کی اس فرد سے محبت کرتے ہیں اور یہ چاہتے ہیں کہ وہ خروج کرے اور اس کے اہل وعیال کے نفقہ کی ذمہ داری ہمارے اوپر ہو۔[۲۹]

امام علی بن موسیٰ رضا علیہ السلام نے مامون کے سامنے زید بن علی شہید کے بارے میں کہا کہ وہ علمائے آل محمدؐ میں سے تھے، خدا کے راستہ پر گامزن تھے۔ دشمنان خدا سے لڑے اور اس طرح شہادت کے مرتبہ پر فائز ہوئے''۔ ابوموسیٰ بن جعفر نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنے والد جعفر بن محمد سے سنا تھا وہ فرماتے تھے کہ'' خدا میرے چچا زید پر رحمت نازل کرے۔ انہوں نے ''رضائے آل محمدؐ'' کی طرف لوگوں کو دعوت دی۔ اگر وہ کامیاب ہوجاتے تو خدا سے کیا ہوا اپنا وعدہ پورا کرتے کیوں کہ وہ کہا کرتے تھے کہ میں تمہیں رضائے آل محمدؐ کی دعوت دیتا ہوں۔[۳۰]

جب جناب زید نے حکومت وقت کے خلاف انقلابی آواز بلند کی تو اس وقت امام جعفرؑ صادقؑ لوگوں کو زید کی مدد کے لئے آمادہ کرتے تھے۔ جب زید کے قتل کی خبر ملی تو بہت ملول ہوئے اور آپ نے اپنے مال سے زید کا ساتھ دینے والوں کے عیال میں سے ہر شخص کو ایک ہزار دینار عنایت فرمایا۔[۳۱]

جب بنی حسن کی تحریک شکست سے دوچار ہوئی تو آپ کو بہت سخت صدمہ پہونچا۔ آپ نے بہت گریہ فرمایا اور لوگوں کی کوتاہی کو اس کا سبب قرار دیا۔

ابن عمر کندی کہتے ہیں کہ میں ابوعبد اللہ علیہ السلام کی خدمت میں پہونچا اور میں نے عرض کیا کہ آل حسنؑ کے ساتھ جو حادثہ پیش آیا ہے، کیا آپ کو اس کی اطلاع ہے؟ آپ نے فرمایا کہ جو خبر مجھ تک پہونچی ہے میں اسے پھر سے بیان کرنا پسند نہیں کرتا۔ میں نے عرض کیا کہ مجھے امید ہے کہ خدا انہیں عافیت عنایت فرمائے گا۔ آپ نے فرمایا عافیت کہاں ہے؟ پھر رونے لگے آپ کی آواز بلند ہوگئی ہم بھی آپ کے ساتھ رونے لگے[۳۲]

حوالے:

۱۔ دائرۃ المعارف دوران پیشوایان۔ از صدر
۲۔ کافی کلینی، جلد ۲ ،ص ۴۲۔
۳۔ بحث در ولایت، از صدر۔
۴۔ دولت عربی، از ولہاوزن،ص ۴۸۹۔
۵۔ ریشہ ہائے تاریخی شعوبیہ، ص ۴۱۔
۶۔ مقاتل الطالبین ، از اصفہانی۔
۷۔ عقائد زیدیہ۔منقول از زندگی امام موسیٰ الکاظم، از قریشی۔
۸۔ مجلّہ نجف۔نقش صادقؑ ،از عدنان البکاء۔
۹۔ جنبشہائے سری،ص ۶۱۔
۱۰۔ تاریخ عرب، از امیر علی،ص ۱۷۹۔
۱۱۔صواعق المحر قہ، از بن حجر،ص ۱۲۰۔
۱۲۔ رسائل جاحظ، از سندوبی،ص ۱۰۶۔
۱۳۔ مجلۂ نجف نقش امام صادق۔
۱۴۔ زندگی امام موسیٰ ، از قریشی،ص ۶۷۔
۱۵۔امام صادق ومذاہب چھارگانہ، اسد حیدر مجلّہ جلد ۳ ،ص ۲۷، ۲۸،۴۶۔
۱۶۔حوالہ سابق۔
۱۷۔امام صادق، از......،ص ۱۵۷۔
۱۸۔فرائد الاصول، از انصاری وقواعد فقہ از محمد تقی فقیہ۔
۱۹۔ امام صادق ومذاہب اربعہ، اسد حیدر جلد ۴،ص ۹۲ ۔ ۹۳۔
۲۰۔مجلۂ نجف البکاء،ص ۲۴۰۔
۲۱۔دائرۃ المعارف نقش امامان علیہ السلام ۔ صدر۔
۲۲۔مجلۂ نجف البکاء ،ص ۲۲۔
۲۳۔من لایحضر ہ الفقیہ، جلد ۳،ص ۴۔

۲۴۔ کسبہائے حرام از امام خمینی، جلد ۲، ص ۱۰۲، از وسائل ونیز کتاب التجارۃ، ص ۴۲۔

۲۵۔ فقہ امام صادق، از محمد جواد مغنیہ، ص ۱۷۔

۲۶۔ وسائل الشیعہ، جلد ۱۱، ص ۴۴۵۔

۲۷۔ تحف العقول، از ابن شبعہ، ص ۲۲۱۔

۲۸۔ مجلۂ نجف البکاء، ص ۲۳۔

۲۹۔ بحث در ولایت منقول، از سرائر ابن ادریس۔

۳۰۔ اعیان الشیعہ، جلد ۳۳، ص ۳۷۔

۳۱۔ اعیان الشیعہ، جلد ۳، ص ۱۱۳، منقول، از ارشاد شیخ مفید۔

۳۲۔ بحار الانوار، جلد ۴۷، ص ۳۰۲۔

☆۔برگرفته از کتاب زندگانی تحلیلی پیشوایان ما